اپنے دلوں کی حالت تبدیل کریں اور ان کو زرخیز زمین بنائیں۔

نارتھ امریکہ والے تبلیغ کو حرزِ جان بنائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 ستمبر 1994ء بمقام Chilliwack نزد وینکوور، کینیڈا)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿۲﴾
قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۳﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ
اَبَدًا ۙ﴿۴﴾ وَّیُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ٭﴿۵﴾ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ
عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِہِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ
اِلَّا کَذِبًا ﴿۶﴾ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا
بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا
لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۸﴾ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَیۡہَا صَعِیۡدًا
جُرُزًا ؕ﴿۹﴾ اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ ۙ کَانُوۡا
مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۱۰﴾ اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا
مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّہَیِّیٴۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۱﴾ (الکہف: 2 تا 11)

پھر فرمایا:۔

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورۃ الکھف کے آغاز سے لی گئی ہیں اور یہ سورۃ کہف تمام تر عیسائیت کے آغاز، اس کے عروج اور اس کے زوال سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر تمہیں دجال کا خوف ہو اور دجال سے بچنے کے لئے کچھ کرنا چاہو تو سونے سے پہلے سورہ کہف کی پہلی دس آیات اور آخری دس آیات کی تلاوت کیا کرو۔ ان آیات کا انتخاب میں نے آج اس لئے کیا ہے کہ ان کا تعلق اس گہرے فکر کے اظہار سے ہے جس سے ان آیات کا آغاز ہوتا ہے کہ وہ لوگ جن کا سفر توحید سے شروع ہوا جب انہوں نے خدا کا بیٹا بنا لیا اور خدا کا ایک شریک ٹھہرا لیا تو پھر ان کا کیا انجام ہوا، اور یہ سفر پھر کن کن خطرناک نتائج پر منتج ہوا۔ یہ ایک تفصیلی مضمون ہے اور سورہ کہف کا تعلق جیسا کہ آغاز مسیحیت سے ہے ویسا ہی آج کے زمانے سے بھی ہے اور آج کے زمانے کے بعد آنے والی خبروں کا بھی اس سورۃ میں ذکر ہے۔ لیکن اس تفصیلی مضمون کو چھیڑے بغیر میں مختصراً آپ کو اس کے مضمون کے خلاصے سے آگاہ کرتا ہوں کیونکہ اس کو سمجھنے کے بعد آپ میں ان قوموں میں تبلیغ کا ایک نیا جذبہ پیدا ہوگا اور جس طرح اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے اس کے مطابق ہم ان قوموں کو پیغام پہنچانے کے مستحق ٹھہریں گے۔

سب سے پہلی بات یہ بیان ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور ایک خدا نے اپنے بندے محمد رسول اللہؐ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے تا کہ ان قوموں کو ڈرائے جنہوں نے خدا کا بیٹا بنا لیا ہے اور اس کے بدانجام سے ان کو آگاہ کرے اور ان مومنین کو خوشخبری دے جو حق پر قائم رہتے ہیں اور ایک خدا کی ذات سے وابستہ رہتے ہیں، کہ ان کے لئے ایک لامتناہی اجر ہے اور ان کو کسی غم اور فکر کی ضرورت نہیں۔ لیکن وہ قومیں جو توحید سے ہٹ گئیں ہیں اور کسی معنی میں بھی حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واقعۃً خدا کا بیٹا سمجھ رہی ہیں اور اس کی صفات میں شریک سمجھ رہی ہیں۔ یہ توحید سے تعلق رکھنے والی سورۃ محمدؐ پر نازل ہو رہی ہے، اس وجہ سے تا کہ ان کو سمجھائے کہ ان کی غلطی ہے۔

تو قرآن کریم نے اس سورۃ میں اس مضمون کو اس طرح اٹھایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا بیٹا بنانے والوں کو متنبہ کرنے کی غرض سے محمد رسول اللہؐ کو بھیجا گیا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے گہرے غم کا ذکر فرماتا ہے۔ فرماتا ہے، تجھے ہم نے

تنبیہ کے لئے بھیجا ہے تا کہ ان قوموں کو ان کے بدانجام سے ڈرائے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے دل میں عیسائیت یا غیر مذاہب کے خلاف کسی قسم کی نفرت کا شائبہ بھی ہوتا تو اس خبر کو آپ خوشی سے سنتے اور آپ کا ردعمل یہ ہوتا کہ الحمد للہ میرے خدا نے میرے دشمنوں کی شکست اور قطعی ہلاکت کی خبر دی ہے۔ اس کے برعکس ان آیات کے نزول کے وقت آپ کے دل کی جو گہرے غم کی کیفیت تھی اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر فرمائی اور مضمون کو روک کر پہلے آنحضرت ﷺ کے دل کی کیفیت کا ذکر فرما کر آپؐ کو تسلی دی اور یہ اظہار یوں فرمایا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا

کہ اے محمدؐ اس بدانجام کی خبر سے کیا تو اتنا غم محسوس کرے گا کہ اپنی جان کو ہلاک کر لے گا۔ ایک حیرت انگیز بات ہے جس کا دوسرے صحیفوں میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی قوم کی ہلاکت کی خبر دی جا رہی ہے جو شرک میں آگے بڑھ گئی اور جس کے بدانجام کی تفصیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کی جا رہی ہے۔ ابھی وہ تفصیل پوری طرح واضح نہیں ہوئی مگر آنحضرت ﷺ کا دل کسی خوشی کے سمندر میں غوطے نہیں لگاتا بلکہ غم کے گہرے سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور مضمون کو روک کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے کیا تو ان کی ہلاکت کی خبر سے جو تیری باتوں پر ایمان نہیں لائیں گے اور بدانجام کو پہنچیں گے اپنے آپ کو غم سے ہلاک کر لے گا، ایسا نہ کر اور پھر یہ کہہ کر ایک اور تسکین بخش مضمون شروع ہو جاتا ہے اور وہ ہے ان قوموں کے نیک آغاز کا ذکر۔ فرمایا یہ ہمیشہ سے بد نہیں ہیں، ہمیشہ سے بھٹکے ہوئے نہیں ہیں آغاز میں ان میں ایسے لوگ تھے جنہوں نے توحید کی خاطر عظیم الشان قربانیاں کی ہیں اور وہ اصحاب کہف ہیں انہوں نے سطح زمین کی زندگی کو ترک کر کے غاروں میں پناہ لینے کو زیادہ پسند کر لیا کیونکہ سطح زمین پر شرک غالب تھا اور وہ اپنی توحید کو بچانا چاہتے تھے اس لئے توحید کے نتیجے میں ان سے جو دشمنیاں مول لی گئیں ان کے لئے زمین کی سطح پر بسنا بسا اوقات ناممکن ہو گیا اور وہ اپنے ایمان اور توحید کی حفاظت کی خاطر غاروں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور ان کا بہت ہی محبت اور پیار کے ساتھ ذکر ہے جو اس کے ساتھ چل پڑتا ہے۔

لیکن اس سے پہلے یہ واضح فرما دیا گیا ہے کہ سطح زمین پر جو نعمتیں دی گئی ہیں وہ آزمائش کے لئے ہیں اور وہ لوگ جو شرک کے باوجود نعمتوں سے نوازے جا رہے ہیں ان کے متعلق کوئی دھوکہ نہ

کھانا کیونکہ یہ آزمائش کے لئے ہے کہ دیکھیں وہ کیسے عمل کرتے ہیں۔ایک بہت ہی خوب صورت طرز کلام ہے۔اصحاب کہف کے ذکر سے پہلے زمین کی سطح کی رونقوں کا ذکر فرما دیا اور فرمایا کہ ہم نے کچھ لوگ ہیں جن کو بہت عظیم ترقیات عطا فرمائی ہیں اور فرمارہے ہیں یہاں تک کہ زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ خوب صورت بنا دیا جائے گا اور بہت ہی دلکش صورت میں دنیا ان پر ظاہر کی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس دنیا کی محبت میں اور اس کے عشق میں غرق ہو جائیں گے اور سرتا پا اسی کے ہو رہیں گے اور بھول جائیں گے کہ یہ تو ان کے لئے آزمائش تھی اور یہ بھی بھول جائیں گے کہ ان کا آغاز بہت نیک تھا ان کے آباؤ اجداد میں ایسے عظیم خدا کے توحید پرست بندے تھے کہ انہوں نے دنیا کی زینتوں کو تج دیا اور سطح زمین کو ترک کرتے ہوئے جانوروں کی طرح غاروں میں پناہ لینے کو قبول کر لیا۔

یہ جو مضمون ہے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اس کا بہت کم علم اہل عرب کو تھا۔کیونکہ اکثر غاریں جن میں عیسائی توحید پرست پناہ لیا کرتے تھے وہ دنیا کے علم سے غائب تھیں۔اگرچہ موجود تھیں ان پر کوئی تحقیق نہیں ہوئی تھی اور بہت کثرت سے وہ ایسی غاریں ہیں جو اس زمانے میں جو پچھلی ایک دو صدیوں میں دریافت ہوئی ہیں اور مزید ان کے اوپر تحقیقات جاری ہے اور جتنی تحقیقات آگے بڑھ رہی ہیں قرآن کریم کے اس دعوے کی صداقت کے مزید ثبوت مہیا ہو رہے ہیں کہ وہ لوگ جوان غاروں میں پناہ گزین تھے وہ توحید پرست تھے اور ان کا تثلیث سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہاں تک کہ توحید کے آثار ان غاروں میں مل رہے ہیں کہ عیسائی محققین کی دنیا اور یہودی محققین کی دنیا دو حصوں میں بٹ چکی ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ عیسائی لوگ تھے ہی نہیں بلکہ وہ موحدین تھے جن کو ''اسیین'' کہا جاتا ہے جن سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا بھی تعلق تھا اور وہ اس فرقے کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے ان کے نزدیک۔اور قرآن کے نزدیک وقت کے نبی تھے۔تو یہ کہنے والے کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے ان غاروں کے اندر سے جو چیزیں دریافت ہو رہی ہیں ان کا تعلق دو سو سال قبل مسیح سے شروع ہو کر سو دو سو سال بعد تک کے زمانے سے ہو۔لیکن یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ ان مرقومات میں جن کا ان غاروں سے تعلق ہے کسی قسم کا تثلیث کا کوئی دور کا شائبہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ایک مرد صادق کی بات کی جارہی ہے، ایک ایسا شخص جو خدا کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہا اور پھر اس مرد صادق کے ذکر کے ساتھ اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جو مسیح کے زمانے پر زیادہ اطلاق پاتی ہیں بہ نسبت

اس کے کہ مسیح سے پہلے کے زمانے کی باتیں ہوں۔ پھر یہ بھی ایک بہت اہم بات ان غاروں سے دریافت ہوئی ہے کہ وہ لوگ خوفزدہ تھے اور کچھ بتانے کی خاطر اپنے تبرکات کو مختلف صورتوں میں محفوظ کرنے کے لئے غاروں میں دفناتے چلے جارہے تھے۔ جہاں خود پناہ لیتے تھے وہاں ان تبرکات کو بھی محفوظ کرتے تھے اور ایسا کوئی دور مسیح سے پہلے یہودیت پر نہیں گزرا کہ ان کو اپنے تبرکات چھپانے کے لئے غاروں میں پناہ لینی پڑے۔ کوئی عہد نامہ قدیم وہاں سے دریافت نہیں ہوا بلکہ اشارۃً جو بھی ذکر ملتے ہیں وہ عیسائیت ہی کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

پس قرآن کریم کا یہ بیان کہ اے محمد! ﷺ مخاطب کئے بغیر شروع سے عبد کے نام کی بات ہورہی ہے، مگر آنحضرتؐ ہی مخاطب ہیں اور پیش نظر ہیں، کہ تو ان لوگوں کے انجام سے جو اپنے دل کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے گہرے غم میں مبتلا ہوگیا ہے ہم تجھے کچھ اچھی خبریں بھی سناتے ہیں جو تیرے دل کو ڈھارس بخشیں گی کیونکہ تو توحید کا عاشق ہے۔ یہی عیسائی لوگ آغاز میں توحید کی خاطر انتہائی قربانی دینے والے لوگ تھے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا قرآن کریم فرماتا ہے تمام دنیا کی زینتوں کو چھوڑ کر وہ غاروں کے بھیانک اندھیروں میں رہنا اپنے لئے زیادہ پسند کرنے لگے کیونکہ ان اندھیروں میں بسر ہوتے ہوئے وہ توحید کی روشنی سے منسلک رہ سکتے تھے اور باہر کی روشنی میں ان کو اندھیرا دکھائی دیتا تھا کیونکہ ہر طرف شرک تھا۔ پس اس اشارے کے پیش نظر جو قرآن کریم میں واضح طور پر موجود ہے میں نے ایک احمدی مخلصین نوجوانوں کی ایک ریسرچ ٹیم بنائی ہے کہ وہ ان غاروں سے دریافت ہونے والے تمام صحیفوں کا مطالعہ کرنے کی اہلیت پیدا کریں اور جو کچھ بھی ان پر لکھا گیا ہے ان پر غور کریں اور صحیح نتائج اخذ کریں جو قرآن کی روشنی کے بغیر اخذ ہو نہیں سکتے۔

ایک اور اہم بات جو اصحاب کہف کے ذکر میں قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے وہ اَصۡحٰبَ الرَّقِيۡمِ فرمایا ہے۔ فرمایا ہے اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا کہ اے محمدؐ کیا تو حیرت میں مبتلا ہے کہ یہ کیسے لوگ تھے جنہوں نے غاروں میں پناہ لی اور وہ اَصۡحٰبَ الرَّقِيۡمِ تھے۔ اَصۡحٰبَ الرَّقِيۡمِ کا چونکہ کوئی بھی ذکر قرآن کریم کے نزول کے لمبے عرصہ بعد تک بھی غاروں کے تعلق میں معلوم نہیں تھا۔ اس لئے مفسرین نے رقیم سے یہ معنی لیا۔ رقیم کا ایک معنی ہوتا ہے کتبہ جس پر کچھ لکھا ہو اور

اَصْحٰبَ الرَّقِیْمِ کا ایک مطلب ہے تحریروں والے لوگ لکھنے والے لوگ۔ تو چونکہ ان کو یہ علم نہیں تھا کہ غاروں سے کچھ تحریریں دریافت ہوں گی۔ اس لئے انہوں نے اپنی تفسیروں میں صرف اس حد تک ترجمہ کیا کہ ان کی غاروں پر گویا کچھ کتبے تھے ان پر کچھ لکھا ہوا تھا حالانکہ قرآن کریم ان سب کو اَصْحٰبَ الرَّقِیْمِ فرما رہا ہے۔ غاروں میں ان لوگوں نے پناہ لی ہے جنہوں نے کچھ صحیفے ان غاروں میں چھوڑے ہیں یا وہ صحیفے لے کر ان غاروں میں داخل ہوئے ہیں اور آج کے زمانے میں یہ حیرت انگیز دریافت ہوئی ہے وادئ قمران میں ایک نہیں، بیسیوں ایسی غاریں ہیں جہاں سے یہ صحیفے دریافت ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور بہت سے سائنس دان جو پرانے صحیفوں کو پڑھنے کے ماہر ہیں وہ ان تحریروں کو پڑھ کر مختلف اندازے لگا رہے ہیں۔ لیکن قرآن کے حوالے سے قرآن کی عطا کردہ روشنی سے استفادہ کرتے ہوئے ہمیں احمدی سکالرز کی ضرورت ہے جو وہ زبانیں سیکھیں، وہ علم سیکھیں جس سے براہ راست ان صحیفوں کا مطالعہ کر سکیں اور محض لوگوں کی رائے زنی کو نشانِ منزل نہ سمجھیں بلکہ منزل کا کھوج خود لگائیں کیونکہ بسا اوقات قرآن کی روشنی کے بغیر انسان غلط اور متضاد نتائج نکالنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور یہی کیفیت ہے جو ان صحیفوں کے تعلق میں آج ہمیں دنیا میں دکھائی دے رہی ہے۔ امریکہ میں بھی میں نے اس قسم کی ریسرچ کے لئے ہدایت کی تھی اور امریکہ میں کسی حد تک کام ہوا اور دو مختلف الخیال، دو مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے متضاد نتائج نکالنے والے علماء سے انہوں نے رابطے کئے لیکن یہ تحقیق ابھی بہت ہی ابتدائی مراحل میں ہے۔

اس لئے اگر چہ میں اس مضمون کو ایک اور رنگ میں آپ کے سامنے کھولنا چاہتا ہوں مگر ضمناً میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ شمالی امریکہ کے دونوں ممالک کے نوجوان، خواہ وہ کینیڈا سے تعلق رکھتے ہوں یا امریکہ سے تعلق رکھتے ہوں، جن کو بھی اللہ نے علمی ذوق شوق عطا فرمایا ہے وہ اس مضمون پر براہ راست تحقیق کریں۔ وہ زبانیں سیکھنا، جن کو وہ پڑھ کر براہ راست استفادہ کر سکیں ایک دقت طلب چیز ہے، اس میں بہت لمبی محنت، مطالعہ اور کئی سالوں کی محنت کی ضرورت ہے۔ لیکن ان ماہرین فن سے رابطہ کر کے اصل کتابوں کا کثرت سے جو اس مضمون پر لکھی گئی ہیں، براہ راست ان کتابوں کا مطالعہ کر کے، مختلف الخیال لوگوں سے، ان مضامین کو خود سمجھ کر ملنے کے بعد، پھر قرآن کریم کی روشنی میں ایک نتیجہ نکالنے کی کوشش جو ہے یہ شروع ہو سکتی ہے اور انگلستان میں جس ٹیم کو میں نے

مقرر کیا ہے اس میں کالج کے جانے والے، نوجوان لڑکے بھی ہیں اور لڑکیاں بھی ہیں اور دونوں اللہ کے فضل سے بڑے اخلاص اور محنت کے ساتھ اس پر کام کر رہے ہیں اور ان کے پیش کردہ نتائج سے ہمیں نئی روشنی مل رہی ہے، نئے راستے دکھائی دے رہے ہیں جن کے نتیجے میں میں بہت پرامید ہوں کہ احمد یہ تحقیق تمام دنیا کے لئے روشنی کا موجب بنے گی اور ان کو رستہ دکھانے میں سب سے نمایاں کردار ادا کرے گی کیونکہ قرآن کریم کا وہ بیان جو چودہ سو سال پہلے گزر گیا جبکہ ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں تھا اس یقین سے ہر مومن کے دل کو بھر دیتا ہے کہ سوائے اس کے کہ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ان واقعات کی خود خبر دی ہو، عرب کے کسی باشندے سے یہ ناممکن تھا خواہ وہ کتنا بڑا عالم ہوتا کہ ان غاروں کا اس تفصیل سے ذکر کرتا اور پھر اس ذکر میں اَصْحٰبَ الرَّقِيْمِ کے لفظ داخل کر دیتا کہ یہ لوگ صحیفوں والے لوگ ہیں اور یہ ایسا وقت آئے گا کہ جب ان صحیفوں کی دریافت سے دنیا کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ پس مختلف پہلوؤں سے کچھ اور پہلو بھی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں تحقیق کا موقع مل رہا ہے لیکن اس کے لئے مجھے زیادہ دست و بازو کی ضرورت ہے اور کثرت سے احمدی مخلصین، روشن دماغ اور تحقیق کا جذبہ رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو اپنے اپنے ملک میں دستیاب کتابوں کا مطالعہ کریں، اپنے ملک میں موجود سکالرز سے تعلقات بڑھائیں اور جو کچھ بھی ان کی تحقیق کا ماحصل ہو وہ مجھے بھجواتے رہیں۔

آغازِ خلافت پر جو میں نے جماعت کو خطاب کیا تھا اس میں شہد کی مکھیوں کے چھتے کی مثال دی تھی۔ میں نے کہا جس ایک خلیفہ کے گرد ساری جماعت اکٹھی ہو جاتی ہے اور جس طرح اس کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ہمارا ماحصل ہے اس کا بہترین نچوڑ ہم اپنی ملکہ کو دیں یعنی شہد کی مکھیوں کی یہ کوشش ہوتی ہے۔ اس طرح تمام عالم میں میں آغاز ہی سے یہ مشاہدہ کر رہا ہوں کہ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے احمدی جب کسی بہت ہی اچھی چیز کو پاتے ہیں، جب کسی اچھے مطلب کو حاصل کرتے ہیں تو ان کو چین نہیں ملتا جب تک مجھے اس کی اطلاع نہ دے لیں اور اپنی خوشی میں یا اس خزانے میں مجھے شامل نہ کر لیں جو علم کا خزانہ اللہ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔ کوئی اچھی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو مجھے اس سے مطلع کرتے ہیں۔ بعض مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں اتنے بڑے مطالعہ کا کیسے وقت مل گیا۔ جو خلافت سے پہلے کا زمانہ تھا اللہ نے خود میرے دل میں یہ ذوق و شوق پیدا فرمایا

اور توفیق دی کہ اپنے مطالعہ کو وسیع کروں لیکن اب تو یہ میرا مطالعہ نہیں یہ ساری جماعت کا مطالعہ ہے جو ایک مرکز پہ اکٹھا ہوتا ہے۔ وہ مکھیاں جو شہد کھاتی ہیں اس شہد کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں شفا ہے، تو مومنوں کی روحانی غذا، ان کی روحانی ہی نہیں بلکہ جسمانی شفا کا بھی موجب بن جاتی ہے۔ یہ ایک بڑا وسیع مضمون ہے جس پر ابھی تحقیق ہونے والی باقی ہے۔ یہ ایک اور پہلو ہے جس پر میں نے بعض عمومی ہدایتیں جماعت کو دی ہیں کہ اس طریق پر اس کی تحقیق کرو لیکن یہاں جس ذکر میں مَیں یہ بات کھول رہا ہوں وہ یہ ہے کہ شہد کی مکھیاں، شہد کھاتی ہیں اور اس کا وہ نچوڑ جو ان کے نزدیک سب سے اعلیٰ ہے وہ ملکہ کے سامنے پیش کر دیتی ہیں اور علم کے مضمون میں یہ لطف کی بات ہے کہ خود بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں وہ لوگ، اور پھر خلیفہ وقت کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہیں اور ان کا ملکہ کے سامنے مکھیوں کی طرح وہ سب کچھ پیش کرنا انہیں محروم نہیں رکھتا۔

پس روحانی علوم اور دنیاوی نعمتوں میں یہ بڑا فرق ہے۔ دنیاوی نعمتوں میں آپ قربانی کر کے اپنا کچھ حصہ کسی اور دوست یا محبوب کے سامنے پیش کرتے ہیں جبکہ روحانی دنیا میں خواہ وہ تقویٰ کی باتیں ہوں یا علم کا مضمون ہو آپ جب کسی دوسرے کو اس میں شریک کرتے ہیں تو آپ کے علم یا آپ کی روحانیت میں کمی نہیں آتی بلکہ دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اور آپ کو پھر مزید فائدہ پہنچتا ہے۔ پس اس طرح جس علم کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں تم نے کیسے حاصل کیا۔ میں نے کہاں سے حاصل کرنا تھا یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ایسی پیار کرنے والی محبت کرنے والی شہد کی مکھیوں کی طرح فدائی روحانی جماعت عطا فرما دی ہے کہ جو کچھ بھی ان کو ملتا ہے وہ اس میں مجھے شریک ضرور کرتے ہیں۔ پس اس پہلو سے میں نے جماعت کو بارہا مختلف نصیحتیں کی ہیں کہ اس مضمون پر بھی غور کرو اس مضمون پر بھی غور کرو۔ اور مجھے جو محنتوں کا لمبا وقت میسر نہیں ہے اس کی کمی اس طرح پوری ہو جاتی ہے کہ ہزاروں آنکھیں ایسی ہیں جو مطالعہ کے وقت ہمیشہ یہ پیش نظر رکھتی ہیں کہ اس مطالعہ کا ماحصل جس کا کسی رنگ میں بھی جماعت کو فائدہ پہنچ سکتا ہو ہم وہ خلیفہ وقت کو ضرور پہنچائیں اور جب وہ باتیں مجھ تک پہنچتی ہیں تو پھر میں ایسے تمام امور کو الگ رکھ لیتا ہوں اور اسے عام ڈاک میں نہیں جانے دیتا جب تک میں خود مطالعہ نہ کرلوں میری تسلی نہیں ہوتی۔ پس اس پہلو سے جو میں نے آپ سے عرض کیا ہے، اس تمہید کی روشنی میں مجھے نئے سکالرز کی ضرورت ہے جو سورہ کہف کے مضامین پر غور کرنے کے

لئے علمی تحقیقات کریں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس کے بعض پہلو ہیں جو میں یہاں بیان نہیں کر رہا۔ وہ الگ بعض تحقیقات کرنے والے وفود کے سپرد کام کر چکا ہوں۔ لیکن یہ ایک عمومی تحریک ہے جس میں کینیڈا اور امریکہ سب شامل ہیں اور یورپ میں پہلے ہی میں یہ تحریک ذاتی طور پر ملاقاتوں کے دوران بھی کر چکا ہوں۔

دوسری بات جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا تھا، اس کا تعلق تبلیغ سے ہے۔ جب آپ سورہ کہف پر غور کرتے ہیں تو دو باتیں قطعی طور پر آپ کے سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ زینت جو سطح ارض پر ملتی ہے، وہ ان قوموں کو باقی قوموں سے بہت زیادہ عطا ہو گی، جن کو عیسائیت سے تعلق ہے اور سارے قرآن کریم میں قوموں اور مذاہب کے ذکر میں عیسائیت کے تعلق کے سوا کہیں اس شدت کے ساتھ اور اس زور کے ساتھ زینت کی نعمتوں کی عطا کا ذکر نہیں ملتا۔ پس اس سے پتا چلتا ہے کہ عیسائی دنیا کو جو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی نعمتیں اور حسن عطا فرمایا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے۔ اس آزمائش کا تعلق کس بات سے ہے۔ کیوں ان قوموں کو منتخب کیا گیا؟ اس کا تعلق دراصل اس مائدہ سے ہے۔ جس کی دعا حضرت مسیح نے مانگی تھی۔ حضرت مسیحؑ کے حواریوں نے عرض کیا کہ اپنے خدا سے ہمارے لئے آسمانی نعمتیں مانگ، آسمانی نعمتوں کا دستر خوان اتارنے کی استدعا کر۔ عیسائی دراصل اپنی لاعلمی میں اپنی دنیا پرستی کی وجہ سے اس مضمون کو ظاہر پر اطلاق کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسیحؑ نے کوئی کھانا مانگا تھا، جو روٹی اتاری گئی آسمان سے اور وہ روٹی اپنے شاگردوں میں تقسیم کی اور بات ختم ہو گئی۔ یہ بہت ہی بچگانہ تصور ہے، اس حقیقت کا جو ایک عظیم حقیقت ہے، جس کا تعلق محض مسیح کے اپنے زندگی کے دور سے نہیں، بلکہ عیسائیت کی تمام تاریخ سے ہے۔ حضرت مسیحؑ نے جو کچھ مانگا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا، وہ حصہ ہے غور طلب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نعمتیں دوں گا۔ یہ نہیں فرمایا کہ ایک دستر خوان اتاروں گا صرف۔ فرمایا، جو تو نے مانگا ہے، میں نعمتیں عطا کروں گا اور ایسی نعمتیں دوں گا، جو دنیا میں کسی اور کو نہیں دی گئیں لیکن اگر ناشکری کی گئی، اگر ان نعمتوں سے غلط فائدہ اٹھایا گیا اور توحید کو قربان کر دیا گیا، یہ مضمون اس میں مضمر ہے، تو پھر ان قوموں کو ایسی سزا دوں گا کہ جب سے دنیا بنی ہے، کبھی کسی قوم کو ایسی سزا نہیں دی گئی۔ یہ وہ مضمون ہے، جس کو سورہ کہف نے پھر اٹھایا ہے اور یہ روشنی ڈالی ہے کہ جو زینت کی دنیا ان کو عطا ہوئی ہے۔ اس سب کو ہم زائل کر دیں گے

وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا جو کچھ بھی اس پر ہے اسے زائل کر دیں گے اور ان علاقوں کو چٹیل میدان چھوڑ دیں گے۔ اس مضمون کو سورہ طٰہٰ میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔

تو میں جس طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں قرآن کریم کے مختلف بیانات کو آپس میں جوڑیں اور ان کے تعلقات باندھ کر پھر سمجھیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ کیسی عظیم کتاب ہے جو عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے دل پر نازل فرمائی اور تمام زمانے کے علوم اس میں اس طرح بھر دیئے جیسے دنیاوی ضرورت کی تمام نعمتیں اس زمین کی سطح کے اوپر یا نیچے دفن ہیں۔ پس یہ وہ پہلو ہے جس کے پیش نظر آپ کے سامنے تبلیغ کی اہمیت ابھرنی چاہئے کیونکہ وہ زمانہ قریب آ رہا ہے جس میں ہم یقینی آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہے ہیں کہ وہ نعمتیں جو مسیحؑ کی دعا سے ان قوموں کو ملی تھیں۔ ایک توحید پرست مسیحؑ کی دعا سے ان قوموں کو ملی تھیں، شرک میں داخل ہونے کے نتیجے میں مسیحؑ کی حقیقت کی عظمت کو پہچاننے کی بجائے اسے ایک فرضی رومن متھ (Mith) کی کہانی میں تبدیل کرنے کے نتیجے میں ان کی دنیا کی لذتوں کی پیروی اس رستے سے ہٹ گئی ہے جس رستے پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نعمتیں عطا فرمائی تھیں۔ اللہ کے شکر کی بجائے ان کے اندر ایک اندرونی رعونت نے سر اٹھایا ہے۔ یہ سمجھنے لگے ہیں یہ سب کچھ ہماری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کسی کے خیال میں، دور کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ دو ہزار سال پہلے خدا کے عظیم بندے مسیحؑ کی دعا کا پھل ہے جو ہم کھا رہے ہیں اور چونکہ اسے وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی اور ایسی زینت سمجھتے ہیں جس پر وہ خود مختار ہیں جس طرح چاہیں فیصلے کریں اس لئے ان تمام تر نعمتوں کا استعمال غلط ہو رہا ہے۔ خدا کے قریب تر لانے کی بجائے جوں جوں یہ نعمتیں بڑھ رہی ہیں یہ خدا سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور وہ انذار جس کی طرف سورہ کہف توجہ دلاتی ہے کہ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا اس انجام کی طرف یہ دن بدن بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور یہ انذار تھا جس کی کیفیت آنحضرت ﷺ کا دل بھانپ گیا اور اس بدانجام کے غم سے آج سے چودہ سو سال پہلے آپؐ کے دل نے ایسی تکلیف محسوس کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے! کیا تو ان کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا؟

پس ضرورت ہے قرآنی اسلوب کے مطابق ان کے پاک ماضی کی ان کو یاد دلائی جائے

کیونکہ اس مضمون کے معاً بعد خدا کہف میں قربانی دینے والے بزرگوں کا ذکر فرماتا ہے جو عیسائی قوم سے تعلق رکھتے تھے، جو حضرت عیسیٰؑ کے سچے شاگرد تھے۔ پس اس نے ہمیں تبلیغ کا ایک نیا اسلوب عطا فرما دیا۔ ہمیں سکھایا کہ کس طرح ان قوموں سے بات کرنی ہے دو باتیں بہت اہم ہیں اس میں۔ اول غم، محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح بنی نوع انسان کا ہمدرد دل حاصل کئے بغیر آپ دنیا کو تبلیغ نہیں کر سکتے۔ سب سے بڑا مبلغ جو کائنات میں کبھی پیدا کیا گیا وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ تھے اور سب سے زیادہ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں مبتلا دل اگر کسی کو عطا ہوا ہے تو وہ آنحضرت ﷺ تھے، جو دشمن کی ہلاکت کی خبر سے بھی اس قدر غمگین ہو جاتے تھے۔ پس اگر آپ کے دل میں ان کی سچی ہمدردی نہیں ہے، اگر آپ صرف اپنی تعداد بڑھانا چاہتے ہیں اگر اور ذاتی مفادات کی خاطر آپ تبلیغ کر لیتے ہیں یا محض ایک سطحی خیال سے کہ ہمیں پھیلنا چاہئے، بڑھنا چاہئے آپ تبلیغ کا خیال دل میں جماتے ہیں تو یہ ساری وہ باتیں ہیں جو بظاہر اچھی ہیں مگر ان میں گہرائی نہیں ہے، جو بظاہر اچھی ہیں مگر اثر سے خالی رہیں گی۔ پس وہ لوگ جو دل کی گہری ہمدردی کے بغیر کسی قوم کو ہدیٰ کی طرف بلاتے ہیں ان کی باتوں کا اثر نہیں ہوتا، ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ پس یہ راز سورہ کہف سے سیکھیں کہ وہ دل لے کر تبلیغ کے لئے نکلنا ہوگا جس کو یقین ہو کہ ان قوموں کے بدانجام کا وقت قریب آ رہا ہے اور وہ اس کے نتیجے میں سخت بے چین ہو۔ ایسا دکھ محسوس کرے کہ بے اختیار ان قوموں کی ہدایت کے لئے نکل کھڑا ہو۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے روزمرہ زندگی میں آپ اپنے دل پر چسپاں تو کر کے دیکھیں تب آپ کو معلوم ہوگا کہ کس حد تک آپ داعی الی اللہ ہیں اور کس حد تک نہیں ہیں۔

داعی الی اللہ یقین سے پیدا ہوتا ہے اور یقین دو چیزوں پر مشتمل ہے ایک خوشخبری پر یقین، خدا کے سچے وعدوں پر یقین اور ایک انذار اور منذر خبروں پر یقین اور خدا کے وعید پر یقین۔ وعدہ عربی میں اس خوشخبری کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کو عطا کرنے کا کوئی عہد کر لے اور وعید ایسی خبر سے تعلق رکھتا ہے جس میں ڈرانا ہو اور خوف ہو کہ اگر تم یہ کرو گے تو ضرور اس کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ پس جب تک ان دونوں باتوں پہ یقین نہ ہو انسان حقیقت میں داعی الی اللہ نہیں بن سکتا کیونکہ قرآن کریم کی بیان کردہ تاریخ میں تمام انبیاءؑ کا تعارف بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا کے ذریعے کروایا گیا ہے یا تو وہ بشیر تھے یا

وہ نذیر تھے اور کوئی تیسرا تعارف نہیں ملتا دو ہی حیثیتیں ہیں یا منذر ہیں یا مبشر ہیں۔ تو منذر وہ ہے جس کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب جس کا وعدہ دیا گیا ہے وہ ضرور آنے والا ہے، وہ کلمۂ حق ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور مبشر وہ ہے جسے یقین ہے کہ جو خدا کی باتوں پر ایمان لائے گا وہ ضرور ان بدیوں سے بچایا جائے گا۔ پس اگر کسی عمارت میں آگ لگی ہو اور آپ جانتے ہوں کہ نکلنے کا رستہ ہے اور بغیر آواز دیئے خود نکل جائیں اور تسلّی پا جائیں کہ میں نے اپنی جان کو بچا لیا تو یہ بچنا حقیقت میں آپ کی روحانی ہلاکت ہے۔ جسے اپنے بھائیوں کا پاس نہیں، جسے یہ خوف نہیں کہ اس عمارت میں کئی بچے، کئی معصوم عورتیں، کئی بوڑھے، کئی بیمار بھی پڑے ہوں گے جب تک وقت کے اوپر ان کو متنبہ نہ کیا جائے ان کو نکلنے میں مدد نہ کی جائے اس وقت تک میرا اکیلا اپنی جان بچا لینا کافی نہیں ہے، اس وقت تک حقیقی انسانیت انسان میں پیدا نہیں ہو سکتی اور انسانیت کے بغیر کوئی مذہب آ ہی نہیں سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مذہب کی مختلف منازل بیان فرمائی ہیں ان میں فرمایا ہے کہ مذہب کا کام ہے پہلے حیوان کو بشر بنانا ایک ایسا انسان جو محض حیوانی زندگی بسر کر رہا ہے اسے انسانیت کے تقاضوں کا علم نہیں ہے وہ خود غرضی میں مبتلا ہے، اپنے نفس کی خواہشوں کی پیروی کر رہا ہے۔ اسے سب سے پہلے عام انسانیت کے آداب اور اسلوب سکھانا۔ پھر فرماتے ہیں کہ وہ انسان جو مہذب ہو جائے اس کو باخدا انسان بنانا پھر مذہب کا دوسرا کام ہے۔ تو اگر پہلی منزل ہی طے نہیں ہوئی تو دوسری منزل تک کیسے پہنچ جائیں گے، پہلی منزل کی سیڑھیاں پھلانگ کر دوسری منزل کی سیڑھیوں میں تو آپ داخل ہو نہیں سکتے۔ پس بہت سی دنیا کے لوگ ان خوش فہمیوں میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہم مذہبی ہیں، ہم مذہب پر عمل کر رہے ہیں، قرآن کریم کو سمجھ رہے ہیں، اس کی تلاوت کرتے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں، کافی ہے۔ کئی غیر احمدی بھی ہم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا میرا نماز پڑھ لینا کافی نہیں، کیا تلاوت کافی نہیں؟ اگر یہ کافی ہوتا تو محمد رسول اللہ ﷺ کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ اپنی جان ہلکان کرتے ہوئے، اپنے وجود کو جان جوکھوں میں ڈالتے ہوئے، انتہائی تکالیف کا سامنا کرتے ہوئے ہر طرف پیغام پھیلاتے چلے گئے یہاں تک مصیبتیں سہیڑیں کہ آپؐ کی دشمن قومیں آپؐ کی پیروی میں مدینے پہنچ کر آپؐ پر حملہ آور ہوئیں اور ایک ہی مقصد تھا ان کا، پہلی جنگ میں بھی اور دوسری میں بھی اور تیسری میں بھی، کہ جو کچھ ہو اس ایک وجود کو دنیا سے ہلاک کر دیا جائے۔ کیا

مصیبت پڑی تھی؟ کیا آپؐ عبادت نہیں کرتے تھے؟ کیا آپؐ قرآن کے مفہوم کو نہیں سمجھتے تھے؟ تو جب آپؐ قرآن کو جانتے تھے، آپؐ ہی پر تو نازل ہوا تھا اور عبادت کا حق آپؐ سے بڑھ کر کوئی اور ادا کر نہیں سکتا تھا پھر اس جہاد کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا راز اس دل میں ہے جس کا ذکر سورہ کہف میں بیان ہوا ہے کہ وہ سچا دل جو ہمدرد ہو اس کے لئے چین سے بیٹھنا ممکن نہیں رہتا۔ اگر وہ اس یقین سے بھر جائے کہ اس کے ماحول میں کچھ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اس کی عام مثال ماؤں کی زندگی میں ملتی ہے، باپوں کی زندگی میں بھی ملتی ہے اور عزیزوں کی زندگی میں بھی ملتی ہے۔ کوئی ماں جس کا بچہ آگ کی طرف بڑھ رہا ہو کیا وہ آرام سے بستر سے لیٹی ہوئی سوسکتی ہے؟ ایک کروٹ بدل کر بچے کو آگ میں جاتے ہوئے دیکھے اور دوسری کروٹ لے کر، پھر وہ آرام سے سو جائے یہ ناممکن ہے۔ وہ تو دیوانے کی طرح جھپٹے گی اگر آگ میں بچہ داخل بھی ہو جائے تو اس آگ میں خود اپنے آپ کو جھونک دے گی کہ کسی طرح میں اس بچے کو وہاں سے نکال لوں۔ یہ انسانی جذبے کی سچائی اپنی انتہا پر پہنچ کر اپنی روشن ترین صورت میں ہمیں دکھائی دیتی ہے اور آنحضرت ﷺ کے متعلق تو قرآن فرماتا ہے کہ اپنے ماں باپ سے بڑھ کر اس سے محبت کرو۔ ہر دوسرے رشتے سے زیادہ اسے چاہو۔ یہ ناممکن تھا کہ خدا ہم سے یہ مطالبہ کرتا اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ماں باپ سے بڑھ کر ہم سے محبت نہ کرتے اور ہر دوسرے رشتے سے بڑھ کر ہمیں نہ چاہتے تو قرآن کو آپ سمجھیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ کیسا عظیم رسولؐ تھا جس کی غلامی کا شرف ہمیں بخشا گیا ہے۔

پس جو بھی اسلوب ہیں محمد رسول اللہ ﷺ ہی سے سیکھنے ہیں اور آپؐ سے سیکھے بغیر ہم اپنے مقاصد کو ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ پس سورہ الکہف نے جس دل کا ذکر کیا ہے انذار سنتے ہی کس قدر بے چین ہوا کہ اللہ نے مضمون کو روک کر ٹھہر کر فرمایا! اے میرے بندے! ان کی خاطر اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا نہ کر لیکن یہ دل تو نہیں بدلا کرتا اللہ تعالیٰ نے تو پیار کے اظہار کے طور پر اور آئندہ زمانوں میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی گہری صداقت کے اظہار کے طور پر یہ گواہی رکھ دی ورنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس سے باز تو نہیں آئے مسلسل بنی نوع انسان کے غم میں مبتلا رہے اور اسی غم کے نتیجے میں اور اس یقین کے نتیجے میں کہ انذار ضرور سچا ہے آپؐ پیغام پہنچاتے رہے۔ پس کسی کا یہ کہنا کہ میں نماز پڑھ لیتا ہوں، میں عبادت کرتا ہوں یا کوئی احمدی یہ کہہ دے کہ میں چندے

بھی دے رہا ہوں، اب اور کیا کروں اور یہ کرو کہ اپنے وجود کو جھونک دو اس آگ میں، جو محبت کی آگ ہے، جس کے بغیر آپ کے دل کی سچائی ثابت نہیں ہوسکتی، جس کے بغیر آپ کا بنی نوع انسان سے ہمدردی کا دعویٰ محض جھوٹا اور فرضی دعویٰ ہے۔

پس اگر آپ دل کی گہرائی سے بنی نوع انسان کو بچانا چاہتے ہیں تو پہلے تو یہ جذبہ پیدا کریں، سچی ہمدردی جو روزمرہ آپ اپنے گھر میں اپنے بچوں سے کرتے ہیں، اپنے اہل وعیال سے کرتے ہیں، اپنی بہنوں، بھائیوں سے کرتے ہیں یا عزیز دوستوں سے، ان کو نقصان میں جاتا دیکھ کر اگر آپ سچے ہیں تعلق میں، تو آپ چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔ پس کیا یہ سچ ہے کہ یہ قومیں اپنے شرک کی وجہ سے ان تمام نعمتوں کو پانے کے بعد آخر صفحہ ہستی سے مٹا دی جائیں گی۔ اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے کیونکہ قرآن نے بیان فرمایا اور ایسے حالات میں بیان فرمایا جب قرآن ان باتوں کو بیان کرنے کی، اگر بندے کا کلام ہوتا تو، اہلیت ہی نہیں رکھتا تھا۔ کہاں وہ زمانہ عرب کے صحراؤں کا، کہاں ان غاروں کا ذکر، جو سینکڑوں سال، ہزار سال سے زیادہ بعد کے عرصے میں دریافت ہونی تھیں اور سینکڑوں سال پہلے بنائی گئی تھیں، جن کی اشارۃً بھی کوئی خبر اہل عرب کو نہیں تھی اور پھر ان کے اندر کے راز، کس قسم کے لوگ ان میں ملیں گے، کس قسم کے صحیفے انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں۔ یہ خدا کے سوا کسی اور کا کلام ممکن نہیں۔ پس جب قرآن سچا ہے تو وہ خبریں جو آئندہ زمانے کی دی گئی ہیں جن میں سے بعض ہم نے پوری ہوتی دیکھ لی ہیں۔ وہ یقیناً سچی ہیں ان میں ادنیٰ بھی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے پھر آپ کیسے آرام سے بیٹھتے ہیں۔ پھر کیوں گھر گھر منادی نہیں کرتے، پھر کیوں اپنے دوستوں کو اس پیغام کی طرف بلاتے نہیں ہیں، کیوں ان کو پیار سے سمجھاتے نہیں ہیں؟ اور سمجھانے کا جو انداز قرآن نے آپ کو سکھایا ہے وہ کیوں اختیار نہیں کرتے۔ بجائے اس کے کہ بائبل کی بحثوں میں پڑ کر ان آیات کے کچھ مختلف معنی نکالنے کی کوشش کریں جن کے مختلف معنی عیسائی کرتے ہیں۔ صاف سیدھا توحید کا پیغام دیں جو ہر انسان کی فطرت میں گوندھی گئی ہے۔ یہ ایسا پیغام ہے جس کو ہر سعید فطرت انسان دل سے قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ لیکن اگر جھگڑے کے بغیر، ہمدردی سے یہ پیغام دیا جائے اور بجائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ تم لوگ ہلاک ہو، تم بہت گندے لوگ ہو، گویا تم نے عیسائیت کو چھوڑ دیا۔ ان آباؤ واجداد کا ذکر کیوں نہیں کرتے جن کا ذکر قرآن نے کیا اور

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دل کی تسلی کے لئے وہ پاکباز کہانیاں آپ کے سامنے پیش کیں، جو پاکباز لوگوں سے تعلق رکھتی تھیں۔

اتنا عظیم الشان آغاز ہے عیسائیت کا کہ قرآن نے جیسا خراج تحسین اس کو پیش فرمایا ہے ویسا کسی اور قوم کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس طرح تفصیل سے بیان نہیں فرمایا۔ سینکڑوں سال کی تاریخ غاروں کے حوالے سے بیان فرمادی گئی۔ وہ تاریخ جو لکھی گئی اور ان غاروں میں محفوظ کر دی گئی اس کا ذکر فرمایا گیا اور کہا دیکھو کتنے عظیم بندے تھے عیسیٰؑ کے ماننے والے، جو اسے پوجتے نہیں تھے جو اس کی طرح خدائے واحد کو پوجتے تھے اور جس طرح خدائے واحد کی خاطر عیسیٰؑ نے اپنی زندگی تمام عمر مصیبتوں میں مبتلا کر دی، مصیبتوں میں جھونک دی اسی طرح ان پاک بندوں نے اپنے آقا کی غلامی کا سچا حق ادا کیا اور سطح زمین کی لذتوں کو چھوڑ کر غاروں میں چلے گئے۔ ان کا ذکر کیوں نہیں کرتے، وہ آپ ذکر کریں تو پھر آپس میں مدمقابل دو کیمپوں کی سی کیفیت نہیں ہوگی بلکہ آپ ان کے ساتھ چل کر ان کے پاک ماضی کا ذکر کرتے ہوئے انہیں پاک مستقبل کی طرف دعوت دینے کی کوشش کریں گے اور یہ ایک نہایت ہی حکیمانہ طریق ہے جو محبت کے ساتھ بغیر کسی جھگڑے کو طول دیئے انسان کے دل میں راہ پا جاتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے جو دل سے نکلتا ہے اور دل تک راہ پاتا ہے۔

پس سب سے پہلے سچی ہمدردی اور پیار کے ساتھ خود اپنے دل کو متأثر کریں اور غور کریں کہ آپ کون ہیں، کیا ہیں، کیا یہ واقعی سچ ہے کہ اگر یہ لوگ انذار کی طرف جارہے ہیں تو آپ کے لئے خوشخبریاں مقدر ہیں اور آپ کو یقین ہے اور ہونا چاہئے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جتنی نیک خبریں جماعت احمدیہ کو دی تھیں اب ہم اس دور میں بڑی تیزی سے داخل ہو رہے ہیں جبکہ وہ خبریں پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ نمایاں طور پر چاند سورج کی طرح روشن ہو کر ہمارے سامنے ظاہر ہو رہی ہیں۔ اس دور میں داخل ہونے کے بعد کیا آپ کو خوش خبریوں پر یقین نہیں۔ اگر ہے تو پھر ان خوشخبریوں کے مزے کیسے لوٹیں گے جبکہ آپ کا سارا ماحول ہلاک ہو رہا ہوگا۔ ایک انسان جسے نعمتیں میسر ہوں وہ کیا بھوکوں میں بیٹھ کے بھی اکیلا ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ پس پھر وہی دل کی بات ہے، انسانی قدروں کی بات ہے اگر آپ کے دل میں حقیقت میں انسانیت سے تعلق ہو تو ان کے غم کی خبر آپ کو بے چین کر دے گی تا کہ ان کو غم سے بچانے کی کوشش کریں اور اپنی خوشیوں کا

خیال آپ کو اور زیادہ انگیخت کرے گا کہ اپنے ساتھ کچھ اچھے لوگ خوشیوں میں شامل کرلیں ورنہ وہ نعمت کیا نعمت ہوگی جبکہ اردگرد لوگ بھوکوں مر رہے ہوں اور ایک انسان بیٹھا اکیلا ان نعمتوں سے استفادہ کررہا ہو۔

جماعت احمدیہ کو تو اللہ تعالیٰ نے ایک گداختہ دل عطا فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے بعض دفعہ دنیا کے کونے کونے سے جو خط ملتے ہیں ان میں یہ ذکر ملتا ہے کہ آپ نے جب بوسنیا کے مظلومین کا ذکر کیا، ان کے مظلوم فاقہ کشوں کا ذکر کیا تو کچھ دیر کے لئے تو ہمیں کھانے کی لذتیں بھول گئیں۔ ہماری زندگی کے سکون حرام ہوگئے، بعض کہتے ہیں ہم نے رو رو کر ان کے لئے دعائیں کیں اور دل چاہا کہ جو کچھ ہے ہم قربان کردیں ایک احمدی خاتون میرے پاس آئی۔ اس نے کہا یہ میرا سر سے پاؤں تک کا سارا زیور، یہ میری مظلوم بوسنیا کی بہنوں کے لئے وقف ہے۔ میں نے کوشش کی کہ کچھ تو اس کو واپس کردوں تو رو پڑی کہ مجھے یہی ڈر تھا۔ خدا کے لئے اگر آپ میری خوشی دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک ذرہ بھی اس کا واپس نہ کریں، تمام ترلے لیں، میں ننگے بدن زیوروں کے بغیر زیادہ اچھی ہوں، کیونکہ مجھے زیادہ سکون مل رہا ہے۔ اس خیال سے کہ یہ میری مظلوم بہنوں کے کام آئے گا۔ یہ دل گداختہ ہے جو خدا نے احمدیت کو عطا فرمایا ہے یہ دل اگر کسی سینے میں نہیں ہے تو وہ احمدی کی حقیقت سے ناآشنا ہے۔ اس کو معلوم نہیں ہے کہ احمدیت اس کے لئے کیا کیا لذتیں رکھتی ہے احمدیت کا غم چونکہ لوگوں کی بھلائی کا غم ہے یہ غم بھی لذیذ ہے اس غم کا بھی ایک الگ مزہ ہے جو دنیا کے غموں سے مختلف ہے اور احمدیت کی خوشیاں بھی دنیا سے الگ ہیں کیونکہ اپنے بھائی کو اپنی خوشیوں میں شریک کرکے آپ زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ یہی وہ دو چیزیں ہیں جو تبلیغ میں آپ کی مدد ہوسکتی ہیں آپ کے لئے کارآمد ہوسکتی ہیں اس کے بغیر آپ کیسے تبلیغ کریں گے۔

مجھے نارتھ امریکہ کے دونوں ملکوں سے شکوہ ہے کہ یہاں تبلیغ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے، ہے تو، انفرادی ہے۔ کہیں اتفاق سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سعادت مند دل ہے جو اتفاق سے پیدا ہوگیا ہے۔ دیکھیں صحراؤں میں بھی تو نخلستان ملتے ہیں، سارے کا سارا صحرا تو ویرانہ نہیں ہوا کرتا۔ تو انسانوں میں بھی نخلستان ہیں جو کوششوں کے نتیجے سے پیدا نہیں ہوتے۔ کسی قومی کوشش یا سائنسی آلات کے استعمال سے وہ نہیں ہوا کرتے۔ یہ اللہ کے احسان کی چھینٹیں ہیں جن

سے دنیا کا ہر خطہ کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ اٹھاتا ہے۔ قوموں میں بھی، اسی طرح اچھے لوگ عیسائیت میں بھی ہیں، یہودیت میں بھی ہیں، مشرکوں میں بھی ایسے اچھے نیک دل لوگ مل جاتے ہیں، تو احمدیت میں تو زیادہ ملنے چاہئیں اور ملتے ہیں۔ ایسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے ہیں تبلیغ کے لئے اور انہی کا کھایا انہی کی کمائی آپ سب مل کر کھاتے اور اپنی طرف سے فخر سے کہتے ہیں کہ اس سال کینیڈا کو دو سو بنانے کی توفیق ملی اور اس سال تین سو بنانے کی توفیق ملی اور چار سو غیر مسلموں کو مسلمان کرنے کی توفیق ملی حالانکہ آپ میں سے اکثریت ایسی ہے جن کا کوئی بھی اس میں کام نہیں تھا۔ گنتی کے پانچ، دس، پندرہ ہوں گے جن کی محنتوں کا یہ پھل ہے اور بڑے فخر سے ہم کہہ کر اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ بھئی ہم تو ہیں لیکن ہم نے کام کیوں نہ کیا مل کے؟ محنت کی دفعہ وہ الگ ہو گئے اور آپ الگ رہے اور جب پھل بانٹنے کا وقت آیا تو ہم کہہ کر سارے شامل ہو گئے یہ تو جائز بات نہیں۔ آپ میں سے ہر ایک کو مبلغ بننا ہوگا۔ چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان، مرد عورت، ہر ایک کو اپنے دائرے میں تبلیغ کرنی ہوگی اور جنہوں نے ایسا شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے پھل عطا کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ حیرت انگیز پاک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ عالمِ احمدیت جاگ اٹھا ہے اور جاگنے کے وقت کی سنسناہٹ کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ جس طرح صبح جاگتی ہے تو رات کی خاموشیاں ایک عجیب قسم کی بھنبھناہٹ میں تبدیل ہو جاتی ہیں اس طرح کل عالم احمدیت میں ایک منظر ہے، ہر طرف جاگ ہو رہی ہے، اٹھ رہے ہیں جیسے صبح سویرے ہل لے کر زمیندار کھیتوں کی طرف چل پڑتے ہیں کام کرنے والے اپنے ہتھیار لے کر کاموں کی طرف چل پڑتے ہیں ویسا ہی منظر دنیائے احمدیت میں دکھائی دے رہا ہے۔ یہاں کیوں دکھائی نہ دے؟ نارتھ امریکہ کے ملکوں کا کیا قصور ہے کہ یہاں خدا کی وہ رحمتیں نازل نہ ہوں۔ اس لئے اپنے دلوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کریں اور اس جذبے کو اپنے دل میں جاگزیں کرلیں، اپنی زندگی کا مقصد بنالیں۔ جن مقاصد کو لے کر آپ دنیا کماتے ہیں وہ ایسے مقاصد ہیں جو آپ کی ساری زندگی پر قابض ہو جایا کرتے ہیں۔ ہر نقصان آپ کو تکلیف دیتا ہے ہر فائدے کی خوشی ہوتی ہے اور جب تک ان مقاصد کو آپ حاصل نہ کرلیں آپ چین سے بیٹھ ہی نہیں سکتے۔ یہ اپنائیت پیدا کریں خدا کے پیغام سے اور جیسا کہ میں نے بار بار آپ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے یہ اپنائیت یقین کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی۔

انذار کا یقین کہ لازماً خدا نے جو خبریں انذار یعنی ڈرانے کے طور پر خدا کے رستے سے ہٹنے والوں کے لئے دی ہیں وہ سچی ہیں، ضرور پوری ہوں گی اور تبشیر اور بشارت کا یقین کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان پاک بندوں پر ضرور رحمتیں نازل فرمائے گا جو ان قوموں کو بچانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ یہ دو باتیں ہیں جو آپ میں قوت عمل پیدا کریں گی اور اسلوب تبلیغ کا خدا نے خود ہی بتا دیا ہے۔ ہمدردی اور پیار سے بات کرو، دلیلیں تو بعد کی باتیں ہیں۔ انسان کی نظر سچے دل کے اوپر پڑا کرتی ہے اور میں نے بارہا اسلام قبول کرنے والوں یا غیر احمدیوں میں سے احمدی ہونے والوں سے سوال کئے ہیں اور اکثر میں ان سے پوچھتا ہوں جب ملتے ہیں، کہ تمہیں کس بات نے متأثر کیا۔ یہ جواب اکثر کا ہے کہ ہمارا فلاں دوست تھا وہ دل کا سچا تھا، اس کے اندر گہرے اخلاق تھے، اس کے اندر سچا پیار تھا اور قربانی کا جذبہ تھا اور اس نے ہمیں متأثر کیا اور پیغام بعد میں آیا ہے۔ تو اصل حقیقت یہ ہے کہ پیغام خواہ کیسا ہی سچا ہو، کتنی ہی اس میں دل جیتنے اور عقلوں کو قائل کرنے کا مادہ موجود ہو تب تک مؤثر نہیں ہو سکتا جب تک کہ پیغام پیش کرنے والا اپنے حسن کی ٹرے میں، مجمع میں سجا کر اسے پیش نہ کرے۔ دیکھو اچھی چیزیں بھی اگر برے طریق پر پیش کی جائیں تو انسان اس کو رد کر دیتا ہے۔ کسی گندے اور غلیظ برتنوں میں آپ اچھے سے اچھا کھانا پیش کریں لوگ اس کو حرص کی نظر سے تو کیا دیکھنا نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ٹھوکر مار کر اسے توڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی کسی غلیظ گندے برتن میں آپ کو خدانخواستہ اگر کھانا پیش کیا جائے تو سوچیں آپ کے دل کی کیا کیفیت ہو گی۔ مگر بعض لوگ سلیقے سے بات کرتے ہیں، سلیقے سے چیز پیش کرتے ہیں وہ معمولی غریبانہ کھانا جسے دال روٹی کہا جاتا ہے وہ بھی پیار، محبت کے ساتھ، سلیقے کے ساتھ، طشتری میں سجا کر آپ کے سامنے رکھیں تو آپ اسی محبت اور پیار سے کھائیں گے خواہ آپ کو بھوک نہ بھی ہو تو دو نوالے لے لیں گے۔

تو تبلیغ کا ڈھنگ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دل پیدا کریں اور جتنے احمدی کامیاب مبلغ ہیں سب اسی دل کے فیض سے تبلیغ کرتے ہیں۔ سچا پیار بنی نوع انسان سے ہو ان کے غم کو اپنا غم بنائیں ان کی فکروں کو اپنی فکر بنا لیں، ان کے بد انجام پر نظر رکھتے ہوئے ان کو بچانے کی کوشش کریں، اس کے سوا اور کوئی تبلیغ کا رستہ نہیں اور وہ خوشیاں جن کے وعدے آپ کو دیئے گئے ہیں سوچیں کہ ان لوگوں کے جو آپ کے ماحول میں بستے ہیں ان کے ہلاک ہونے کے نتیجے میں آپ

کیسے خوش ہوں گے۔ پس سچی انسانیت کے بغیر کوئی کام ممکن نہیں۔ تبلیغ کے لئے سچی گہری انسانیت کی ضرورت ہے خدا کی طرف سے پاک ہوائیں چلائی جارہی ہیں، کل عالم میں چلائی جارہی ہیں۔ آپ پر سے بھی یہ ہوائیں گزر رہی ہیں لیکن یہ ہوائیں جہاں فیض برساتی ہیں اگر وہاں ریگستان ہو تو کچھ ان حصوں پر ضرور فیض برسا جاتی ہیں جو خدا کے فضل کے ساتھ اگانے کی صلاحیت رکھتے ہیں ورنہ ریگستان ہی رہتا ہے۔

پس اپنے دلوں کی حالتوں کو تبدیل کریں اور زرخیز زمینیں بنائیں تا کہ کل عالم پر جو خدا کے فضل کی برساتی اور نمود دینے والی ہوائیں چلائی جارہی ہیں ان سے آپ بھی فیض پائیں اور آپ کے اردگرد بسنے والے بھی فیض پائیں۔ ان قوموں میں آپ غریب ملکوں سے آئے ہیں، ان سے استفادہ کرتے ہوئے یہ بھی تو خیال کریں کہ آپ پر فرض ہے کہ ان کو کچھ فیض پہنچائیں۔ یک طرفہ فیض ان سے لیتے چلے جائیں اور جھوٹے شکوے کریں کہ ان لوگوں میں (Racism) ریس ازم پایا جاتا ہے، یہ ہمیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ جھوٹے شکوے اس لئے ہیں کہ اگر آپ اس فیض کے بدلے ان کو فیض نہیں پہنچاتے تو پھر واقعۃً آپ کو یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پس احمدیت تو فیض سے مالا مال ہے دنیاوی فیض ان سے حاصل کریں اس سے بہت بہتر روحانی فیض ان کو پہنچائیں۔ اور آپ میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دے جب تک آپ صاحب اولاد نہ ہوں، آپ میں سے ہر ایک میرا مخاطب ہے۔ اس وقت تک لوگوں کے صاحب اولاد سے آپ کیسے خوشیوں کے جشن منائیں گے۔ وہ مائیں جو اولاد سے محروم رہتی ہیں ان کی بہنوں، ان کے بھائیوں، ان کے عزیزوں کے ہاں جب پیدائش کے بعد پیدائش ہوتی ہے، خوش تو ہوتی ہیں مگر روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ، ان کے دل غمگین ہوتے ہیں اور علیحدگی میں سجدہ ریز ہو کر اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتی ہیں کہ اے خدا ہمیں کیوں اس خوشی سے محروم رکھا ہے۔ تو دنیائے احمدیت پر نظر ڈال کر ان کے ہاں جو روحانی پیدائشیں ہو رہی ہیں ان کو بھی اس سچی آنکھ سے دیکھیں اور اگر آپ اس روحانی پیدائش سے محروم ہیں تو اس طرح خدا کے حضور سجدہ ریز ہوں کہ جس طرح ہمارے طرح دوسرے بھائیوں کو روحانی اولاد سے متمتع فرما رہا ہے کچھ رحم و کرم کی چھینٹیں ہم پر بھی ہوں۔ اس سچے دل اور نیک دعاؤں کے ساتھ اگر آپ کام کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ انقلاب یہاں بھی

ضرور برپا ہوگا اور دیکھتے دیکھتے آپ کی کایا پلٹ جائے گی اور آپ کا ماحول بدلنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

اب چونکہ اس ہال کا وقت، جو جس مقصد کے لئے لیا گیا تھا ختم ہو رہا ہے، آپ نے سفر پر بھی جانا ہے اس لئے میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں اس امید پر کہ میرے دل کی باتیں جو دل سے اٹھی ہیں آپ کے دل میں جاگزیں ہوں گی اور اثر دکھائیں گی۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔